ردّ وقبول حدیث۔ چند مباحث

*جناب عثمان احمد

Tradition of the Holy Prophet is second primary source of Islamic Shariah and Law. Many disciplines were evolved, in the early ages while the traditions were being compiled, to verify the authenticity of any tradition. Core principles developed for authentication of a tradition are two: Sanad; the chain of transmission / narration of sayings of Holy Prophet, Matan ; the text of the sayings of the Holy Prophet. This Article introduces a third principle to evaluate a tradition which has not been mentioned by any ancient or current scholar. This principle has been named as Occurrence. The predictions of the Holy Prophet narrated in any traditicn can be authenticated by the occurrence of the predicted event. The traditions revealing the events to be occurred in future can be declared correct or incorrect keeping in view the occurrence of the predicted events in real world.

علماء اصول حدیث کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کا نام حدیث ہے۔(۱) محدثین کرام نے آپ ﷺ سے منسوب کی گئی ہر بات کی آپ سے نسبت کی کی جانچ پرکھ کے لیے محنت شاقہ سے کام لیا۔علم اسماء الرجال، علم جرح وتعدیل اور دیگر علوم حدیث اس پر گواہ ہیں۔محدثین نے ردوقبول حدیث کے لیے بنیادی طور پر دو اصولوں کو مدنظر رکھا۔ پہلا اصولِ روایت اور دوسرا اصولِ درایت۔

نقدِ حدیث کا پہلا اصول

روایت کی جانچ پرکھ سے مراد اس کا علم ہے کہ کس کی روایت ہے، کس سند سے مروی ہے، کن کن الفاظ سے مروی ہے اور اس کے دیگر طرق کیا ہیں۔علم روایت حدیث کی تعریف کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

هو علم بنقل اقوال النبی ﷺ و افعاله واحواله بالسماع المتصل و ضبطها و تحریرها (۲)

وہ علم جس میں نبی ﷺ کے اقوال، افعال واحوال کی روایت، سندِ متصل اور اس کے ضبط و تحریر کی معلومات حاصل ہوں۔

محمد جمال الدین القاسمی ابن الاکفانی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

---

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب۔

علم الحديث الخاص بالرواية علم يشتمل على نقل اقوال النبى ﷺ و افعاله و روايتها و ضبطها و تحرير الفاظها (۳)

علمِ حدیث کا وہ حصہ جو خاص روایت سے متعلق ہے وہ علم ہے جو نبی علیہ السلام کے اقوال و افعال کی نقل، اس کی روایت، اس کے ضبط اور اس کے الفاظ کی تحریر کی معلومات پر مشتمل ہے گویا کہ روایت کے علم کے تحت کسی حدیث کی سند، اس کے راویوں کے حالات، اس حدیث کے متعدد طرق، سند کا اتصال یا انقطاع زیرِ بحث آتا ہے روایتِ حدیث کے سلسلے میں درج ذیل چند نکات قابلِ غور ہیں۔

پہلا نکتہ

جب کسی راوی پر خطا، سوء حفظ، نسیان یا متہم بالکذب ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے تو اس کے غالب معلامات کی بنا پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خطا کرنے والا زندگی کے ہر مرحلے پر خطا ہی کرتا ہے، سوء حفظ یا نسیان کا شکار ہر ہر بات بھولتا ہی ہے یا متہم بالکذب زندگی میں کبھی سچ بولتا ہی نہیں۔ لہذا وہ راوی جس پر کذب کا الزام ہے اس سے بھی درست اور سچ بات نقل کرنے کا امکان ہے۔ لہٰذا کسی حدیث کا ضعیف الاسناد ہونا اس کو قابلِ رد نہیں بناتا۔ جس طرح یہ ضروری ہے کہ نبی علیہ السلام کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کی کوئی بات ترک نہ ہو جائے۔ غالب معاملات کی بنیاد پر جب کسی راوی پر صدق کا حکم لگایا گیا ہے تو اس پر سوءِ ظن کر کے اس سے جھوٹ کا صدور تسلیم کرنے کوئی جواز نہیں کیونکہ حسنِ ظن کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ بدظنی کے لیے شہادت یا دلیل درکار ہوتی ہے۔ لہذا علماء جب کسی حدیث کو ضعیف یا اضعف ہونے کے باوصف معناً درست ہونے کے باعث قابلِ قبول قرار دیتے ہیں تو اس کے پیچھے جہاں دیگر عوامل کارفرما ہوتے وہاں یہ اصول بھی پیشِ نظر ہوتا ہے۔

مولانا قاری محمد طیب لکھتے ہیں

"محدثین کسی متن پر اسناد کے اعتبار سے حکم لگاتے ہیں خود متن پر وہ حکم نہیں ہوتا یعنی ان کا مقصود وہ خاص سلسلہء سند ہوتا ہے جس پر وہ غیر صحیح یا ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔ یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ یہ متن ہی سرے سے ساقط ہے۔ پس وہ ایک متن کو ایک خاص طریقے سے لکھیں گے کہ یہ صحیح ہے لیکن اسی متن کو دوسرے طریقہ اور سند سے ضعیف یا موضوع کہیں گے پس یہ صحت و وضع کا حکم درحقیقت سند پر ہوتا ہے نہ کہ متن پر" (۴)

مولانا تھانوی اپنی کتاب التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف میں لکھتے ہیں۔

وربما تجد الضعف فی بعض هذه الروایات لکنه لا یضر لتشیید اصل المقصود منها با الصحاح بل لأیات کما لا یخفی علی من مارش الفن اذا کان ممن قد احسن الله تعالیٰ الیه بالفهم ومن (۵)

بعض اوقات ان روایات میں سے بعض میں ضعف بھی پاؤ گے مگر وہ ضعف اس لیے مضر نہ ہوگا کہ ان روایات سے جو مسئلہ اصل مقصود ہے وہ احادیث صحیحہ بلکہ آیاتِ قرانیہ سے مؤید ہے جیسا کہ فن کی مزاولت کرنے والے پر مخفی نہیں جبکہ وہ ایسا شخص ہو جس پر حق تعالیٰ نے فہم صحیح کا احسان و امتنان فرمایا ہو۔ مولانا ابو البرکات عبدالرؤف دانا پوری لکھتے ہیں۔

''وہ روایتیں جس کے اسناد نہ معلوم ہوں ان کے بارہ میں ان علماء کے بیان پر اعتماد ضروری ہے جن کو احادیث رسول اللہ ﷺ اور سیرت نبویہ پر عبور اور ملکہ ءراسخہ حاصل ہے کیونکہ وہ الفاظ کی رکاکت و سخافت، طرز کلام اور دوسرے قرائن سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ رسول اللہ کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں''(٦)

دوسرا نکتہ

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی روایت میں ضعف کس جگہ ہے یعنی کس دور میں ہے اور اگر اس کی سند میں کوئی اور عیب نہیں تو کیا اس سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا کہ اس راوی کے روایت سے قبل تک یہ بات بلا اشتباہ ثابت تھی۔ اگر امام ابوحنیفہ ؒ کسی حدیث سے استدلال فرماتے ہیں جبکہ وہ حدیث امام بخاری کے پاس بسند ضعیف پہنچی ہے تو اس کا ضعف امام ابوحنیفہؒ کے استدلال کو کمزور نہیں کرسکتا۔ بلکہ ان کے استدلال کے باعث اس حدیث کا ضعف دور ہوگا۔ مولانا محمد ارشاد القاسمی لکھتے ہیں۔

''مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو حدیث کی تصحیح ہو جاتی ہے اس اعتبار سے امام محمد اور امام طحاوی نے جن احادیث سے احتجاج کیا ہے وہ اس اصل کی بنیاد پر صحیح ہو گئیں''(۷)

تیسرا نکتہ

نبی کریم ﷺ سے اخذ و روایتِ حدیث کے سلسلہ کا دارومدار صحابہ کرامؓ پر ہے۔اور اس کا تعلق تو آپ ﷺ کے دعویٔ نبوت کے بعد سے ہے۔لہذا نبی کریم ﷺ کی پیدائش، طفولیت، اس وقت کے معاشرتی و سیاسی حالات وغیرہ کے سلسلہ میں روایت کے اسی حدیثی معیار کو برقرار رکھنا ناممکن ہے۔لہذا اگر کوئی مطالبہ کرے کہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے عرب کے حالات، قبیلوں کی آپس میں آویزشیں اور

تعلقات، قریش کی تاریخ، آپ کی ولادت سے قبل رونما ہونے والے معجزات (آتشکدہ ایران کا بجھنا، کسریٰ کے ایوانوں کے مناروں کا گرنا وغیرہ) کو حدیثی معیار کے مطابق بسند متصل وصحیح، عادل وضابط راویوں سے پیش کریں تو یہ مطالبہ درست نہ ہوگا۔ کیا یونان ومصر، شام وعراق کی حکومتوں، قوموں اور تہذیبوں کی تاریخیں اسی طرح حدیثی معیار کے مطابق بسند متصل وصحیح، عادل وضابط راویوں سے پیش کی جاتی ہیں۔ اگر نہیں تو یہ مطالبہ صرف نبی ﷺ کی پیدائش سے متعلق تاریخی روایات کے بارے میں کیونکر درست ہوگا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے متعلق روایات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"لیکن حدیث اور تاریخ میں فرق کرنا ضروری ہے۔ حدیث سے عقائد اور احکام پیدا ہوتے ہیں اس لیے اس میں شدید احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن تاریخ سے فقط واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ پھر جس معیار پر عموماً تاریخی روایتیں جانچی جاتی ہیں ان ہی پر میلاد مبارک کی روایتوں کو بھی چاہیے کہ جانچا جائے کیونکہ میلادی روایتوں سے نہ تو عقیدہ کا پیدا کرنا مقصود ہے اور نہ کسی قانونی حکم کے استنباط میں ان سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک واقعہ ہوا ہے بس اتنا ہی ظاہر کرنا ہے اور اس کے لیے صرف یہ دیکھ لینا چاہیے کہ گردوپیش کے حالات اس کے مؤید ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ واقعہ کے امکان کے لیے قریبی قرائن موجود ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں اور اس کے بعد ایسے ذرائع جن پر تاریخ میں اعتماد کیا جاتا ہے ان کے توسط سے ہم تک کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی اطلاع پہنچتی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کے انکار کی گنجائش، عقل ہو یا منطق، آخر خواہ مخواہ اور کیوں پیدا کرے گی۔ یہ ایک بڑا مغالطہ ہے کہ محدثین کی کڑی تنقید کا حربہ تاریخی روایتوں پر بھی چلا دیا جائے حالانکہ اگر ایسا کیا جائے تو دنیا کی تمام تاریخیں نہ صرف قدیم زمانہ کیبلکہ زمانہ حال کے متعلق جو تاریخی روایتیں جمع کی جاتی ہیں یقین کیجیے کہ یکا یک ان کا سارا دفتر بے معنی ہو کر رہ جائے" (۸)

مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری لکھتے ہیں۔

اسی لیے اصحاب سیرت نے اس سلسلے میں اخذ وترجیح کے اصول محدثین سے مختلف ترتیب دیے۔ چنانچہ محدثین رواۃ کی ثقاہت، تقویٰ اور دیانت کی کمی یا زیادتی کی بنا پر مقبول رواۃ کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں اور اصحاب سیرت حالات کی موافقت اور واقعات کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں۔ اصحاب سیر کو حضور ﷺ کی پیدائش کے وقت یا اس کے قریب حجاز کی معاشرت یا مذہبی حالت کیا تھی، کے لکھنے کے لیے محدثین کی شرائط کے موافق ایک روایت بھی

نہیں مل سکتی۔الا وہ خود جناب رسول اللہﷺ نے بیان کی۔ پیدائش سے نبوت تک کے حالات کی بھی یہی حالت ہے۔بڑے سے بڑے محتاط محدثین نے بھی یہی کیا کہ رسول اللہﷺ کے بیان کے علاوہ صحابہ اور کبار تابعین کے صحیح اقوال کو جمع کیا گو واقعہ کے وقت وہ موجود نہ تھے کیونکہ اس کے سوا چارہ نہیں''(۹)

چوتھا نکتہ

تفسیرِ قرآن کے باب میں احادیثِ موضوعہ سے احتجاج اور اعتنا درست ہوگا اگر بات معناً درست ہو۔ لیکن یہ احتجاج بحیثیت حدیث یا فرمان نبویﷺ نہیں ہوگا بلکہ اس امکان کے تحت ہوگا کہ یہ قول از قسم تفسیر بالرائے محمود ہے جو کہ غلطی سے نبی کریمﷺ سے منسوب ہو گیا۔

نقدِ حدیث کا دوسرا اصول

علم درایتِ حدیث سے مراد وہ علم ہے جس میں کسی حدیث سے متعلق یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ خبرِ واحد یا متواتر، صحیح ہے یا حسن یا ضعیف، اس کے رجال ثقہ ہیں یا غیر ثقہ، اس سے کیا کیا مسائل کا استنباط و استخراج ہو گا۔علامہ شبیر احمد عثمانی درایت کے علم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هو علم يتعرف به انواع الرواية و احكامها و شروط الرواية و اصناف المرويات و استخراج معانيها (۱۰)

وہ علم ہے جس میں روایت کی انواع، اس کے احکام، روایت کی شروط اور معانی کے استخراج سے بحث کی جائے۔

محمد جمال الدین القاسمی ابن الاکفانی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

وعلم الحديث الخاص بالدراية علم يُعرف منه حقيقة الرواية و شروطها و انواعها و احكامها وحال الرواة و اصناف المرويات و ما يتعلق بها (۱۱)

وہ علم حدیث جو خاص درایت سے متعلق ہے وہ علم ہے جس میں روایت کی حقیقت، روایت کی شروط، اقسام، احکام، راویوں کے احوال اور مرویات کی اقسام اور اس سے متعلقہ امور پر بحث کی جاتی ہے۔

درج بالا تعریفوں کی روشنی میں یہ درج ذیل نکات پیشِ نظر رہنا ضروری ہیں۔

ا۔ درایتِ حدیث کا تعلق متن سے بھی اور سند سے بھی۔ یہ عمومی مغالطہ ہے کہ درایت کا تعلق متن

حدیث پر حکم لگانے سے ہے۔محدثین واصولیین کے ہاں سند اور متن دونوں پر حکم لگانا علم درایت کے تحت آتا ہے۔لہٰذا اگر کسی حدیث کو راویوں کے مجروح ہونے کے باعث ضعیف کہا جاتا ہے تو اس کا تعلق علمِ درایت سے نہ کہ علم روایت سے۔

۲۔درایت سے سے مراد حدیث کے متن کا عقلی بنیادوں پر جائزہ لینا نہیں اور نہ ہے درایت سے مراد متن حدیث کا عقلی محاکمہ ہے۔محدثین واصولیین میں سے کسی نے درایت کی یہ تعریف نہیں کی۔اور کوئی ایک حدیث بطور مثال پیش بھی نہیں کی جا سکتی جو سنداً بالکل صحیح ہو اور محدثین نے عقلی بنیادوں پر اس کو رد کر دیا ہو۔

۳۔جب کسی حدیث کی سند معلوم نہ ہو تو پھر اس کا جائزہ لیا جائے گا کہ یہ مزاج نبوت و شریعت کے خلاف تو نہیں۔اور اس کا بھی عقلی محاکمہ سے کوئی تعلق نہیں۔

مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری لکھتے ہیں۔

''درایت کے معنی عقل نہیں ہے۔علم اور تجربہ کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں۔محدثین کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہﷺ کی سیرت سے پوری واقفیت ہو اور اس بارہ میں جتنی روایات صحیحہ ہیں وہ اس کے پیش نظر ہوں۔رسول اللہﷺ کے وقت کے واقعات اور حالات پر عبور رکھتا ہو ایسے شخص کو ایک طرح کی معرفت اور بصیرت حاصل ہو جائے گی اسی کو درایت کہتے ہیں ایسے شخص کے سامنے جب کوئی روایت آئے گی اور اس کی سند معلوم نہ ہو تو وہ اپنی بصیرت کی بنا پر کہہ سکے گا کہ یہ حدیث رسول اللہﷺ کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔(۱۲)

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

وقد سئل ابن قيم الجوزية هل يمكن معرفة الحديث الموضوع بضابط من غير ان ينظر فى سنده ؟فقال هذا سوال عظيم القدر .وانما يعرف ذلك من تطلع فى معرفة السنن الصحيحة .واختلطت بلحمه و دمه و صار له فيها ملكة.و و صار له اختصاص شديد بمعرفة السنن والآثارو معرفة سيرة الرسول ﷺ و هديه فيما يامر به.وينهى عنه و يخبر عنه و يدعوا اليه.ويحبه و يكرهه ويشرعه للامة بحيث كانه مخالط له ﷺ بين اصحابه الكرام فمثل هذا يعرف من احواله و هديه وكلامه واقواله و افعاله (۱۳)

ابن قیم جوزی سے پوچھا گیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حدیث موضوع کو کسی قاعدہ سے جان لیں بغیر سند

دیکھے ہوئے۔ کہا یہ بڑے مرتبہ کا سوال ہے۔ یہ وہ شخص جانتا ہے جو سنن پر حاوی ہو اور جس کے گوشت اور خون میں رچ بس گئی ہوں۔ اور اس میں اس کو ملکہ حاصل ہو گیا ہو۔ سنن و آثار کے پہچاننے میں، رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو پہچاننے میں، اور حضور ﷺ کی ہدایت کو پہچاننے میں جس کا حضور ﷺ حکم دیتے تھے جس سے منع کرتے تھے جس بات کی خبر دیتے تھے جس کی طرف دعوت دیتے تھے جس بات کو پسند کرتے تھے جس بات کو برا سمجھتے تھے جس کی امت کو تعلیم دیتے تھے، سب کے جاننے میں اس کو شدید خصوصیت حاصل ہو گئی ہو۔ گویا وہ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ میں ملا ہوا موجود ہے۔ اس طرح کا آدمی حضور ﷺ کے احوال، ھدایت، کلام اور اقوال و افعال جانتا ہے۔

نقدِ حدیث کا تیسرا اصول

محدثین عظام نے رد و قبول حدیث کے لیے روایت و درایت کے اصول وضع کیے اور اس کے تحت ذخیرہ احادیث کا جائزہ لے کر صحیح و سقیم کا حکم لگاتے رہے۔ کتب حدیث کے مدون ہو جانے کے بعد سلسلہء روایت اختتام پذیر ہوا۔ اگر ذخیرہء احادیث کو جائزہ لیا جائے تو جہاں عقائد و ایمانیات اور احکام کی احادیث ہیں وہاں احادیث کا ایک حصہ آپ کی بیان کردہ پیشین گوئیوں سے متعلق ہے جن میں اکثر فتن اور علامات قیامت سے متعلق ہیں۔ کسی بھی پیشین گوئی کی حتمی تصدیق کا ذریعہ اس کا وقوع ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وہ احادیث جن کا تعلق پیشین گوئیوں سے یعنی آنے والے فتن اور علامات قیامت سے ہے، کو روایت و درایت کی بنیاد پر پرکھنے کے ساتھ ساتھ ''وقوع'' کی بنیاد پر بھی پرکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی حدیث کسی پیش آنے والے فتنے کی پیشین گوئی کرتی ہے جبکہ سنداً ضعیف ہے مگر آج وہ فتنہ واقع ہو چکا ہے اور اس کا وقوع ظاہر و باہر ہے تو اس حدیث کی تصدیق وقوع سے ہو جائے گی چنانچہ اس کے نتیجے میں اس حدیث کے صحیح ہونے کچھ شبہ نہیں رہ جائے گا۔ احادیث فتن و علاماتِ قیامت کا ''وقوع'' کے اصول کے تحت جائزہ لینے سے ہو سکتا ہے بہت سی احادیث ضعیفہ، احادیث صحیحہ کا درجہ پائیں۔ ذیل میں دو مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔

مثال اول

ابو نعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء میں حدیث نقل کرتے ہیں۔

مِنْ اِقْتِراب السَّاعةِ اثْنَتانِ و سبعون خصلةً، اذا رأيتم الناسَ أماتوا الصلاة، وأضاعوا الامانة، واكلوا الربا، واستحلوا الكذب، واستخفوا الدماء،

واستعلوا البناء،وباعوا الدينَ بالدنيا،وتقطعت الأرحامُ،ويكونُ الحكمُ ضعفاً،والكذب صدقا،والحرير لباسا،وظهر الجورُ، وكثر الطلاق و موت الفجأةِ،وائتمن الخائنُ، و خُوِّنَ الامينُ،و صُدِّق الكاذبُ،وكُذِّب الصادِقُ،وكَثُرَ القذفُ،وكان المطرُقيظاً،والولدُ غيظاً، وفاض اللئامُ فيضاً، وغاض الكرام غيضاً، وكان الامراء فجرةً،والوزارء كذبة،والامناء خونة،والعرفاء ظلمة،والقراء فسقة،اذا لبسوا مسوك الضأنِ،قلوبهم أنتنُ من الجيفة وأمرُّ من الصبر،يغشيهم الله فتنة يتهاركون فيها تهارك اليهود الظلمة، و تظهر الصفراء.يعني الدنا نير.و تطلب البيضاء،يعني الدراهم، و تكثر الخطايا، و تغل الامراء،وحُليت المصاحف،وصُوِّرت المساجد،وطولت المنائر،وخربت القلوب،وشُربت الخمور،وعُطِّلت الحدود، و ولدت الأمَةُ ربَّتَها،و ترى الحفاة العراة قد صاروا ملوكا،وشاركت المرأة زوجها في التجارة، و تشبه الرجال بالنساء،والنساء بالرجال،وحُلف بالله من غير ان يُستحلفَ،وشهد المرءُ من غير أن يُستشهدُ، وسُلِمَ للمعرفة،و تُفُقِّه لغير الدين، وطلبت الدنيا بعمل الآخرة،واتُّخذ المغنم دولاً، والأمانة مغنماً،والزكاة مغرما،وكان زعيم القوم أرذلهم،وعق الرجل أباه،وجفا أمه، وضر صديقه، وأطاع زوجته،وعلت اصوات الفسقة فى المساجد، واتخذت القينات و المعازف،و شربت الخمورفى الطرق،واتخذ الظلم فخرا،وبيع الحكم،وكثرت الشرط،واتخذ القرآن مزامير، وجلود السباع صفافا، والمساجد طرقا،ولعن آخرهذه الامةِ اوَّلها،فليرتقبوا عند ذلك ريحا حمراء، وخسفا و مسخا و آيات (۱۴)

ترجمہ: بہتر چیزیں قربِ قیامت کی علامت ہیں۔جب تم دیکھو کہ:لوگ نمازیں غارت کرنے لگے، امانت ضائع کرنے لگے،سود کھانے لگے،جھوٹ کو حلال سمجھنے لگے،معمولی بات پر خون ریزی کرنے لگے،اونچی اونچی بلڈنگیں بنانے لگے،دین بیچ کر دنیا سمیٹنے لگے،قطع رحمی ہونے لگے،انصاف کمزور ہو جائے،جھوٹ، سچ بن جائے،لباس ریشم کا ہو جائے،ظلم، طلاق اور ناگہانی موت عام ہو جائے،خیانت کار کو امین اور امین کو خائن سمجھا جائے۔جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے،تہمت تراشی عام ہو جائے،بارش کے باوجود گرمی ہو،اولاد غم وغصہ کا موجب ہو،کمینوں

کے ٹاٹھ ہوں اور شریفوں کے ناک میں دم آجائے، امیر ووزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں، امین خیانت کرنے لگیں، چودھری ظلم پیشہ ہوں، عالم اور قاری بدکار ہوں، جب لوگ بھیڑ کی کھالیں پہننے لگیں، ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار اور ایلوے سے زیادہ تلخ ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں ایسے فتنے میں ڈال دے گا جس میں یہودی ظالموں کی طرح بھٹکتے پھریں گے۔ اور جب سونا عام ہو جائیگا، چاندی کی مانگ ہوگی، گناہ زیادہ ہو جائیں گے، امن کم ہو جائے گا، مصاحف کو آراستہ کیا جائے گا، مساجد میں نقش ونگار اور اونچے اونچے مینار بنائے جائیں گے، دل ویران ہوں گے، شرابیں پی جائیں گی، شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا، لونڈی اپنے آقا کو جنے گے، جو لوگ پابرہنہ اور ننگے بدن لوگ بادشاہ بن بیٹھیں گے، تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شرتک ہو جائے گی، مرد عورتوں کی اور عورتیں مردوں کی نقالی کرنے لگیں گی، غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی، مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوگا، جان پہچان پر سلام کیا جائے گا، غیر دین کے لیے شرعی قانون پڑھا جائے گا، آخرت کے عمل سے دنیا کمائی جائے گی، غنیمت کو دولت، امانت کو غنیمت کا مال، اور زکوٰۃ کو تاوان قرار دیا جائے گا، سب سے رذیل آدمی قوم کا قائد بن بیٹھے گا، آدمی اپنے باپ کا نافرمان ہوگا، ماں سے بدسلوکی کرے گا، دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہ کرے گا، اور بیوی کی اطاعت کرے گا، فاسقوں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہونے لگیں گی، گانے والی عورتیں داشتہ رکھی جائیں گی، اور گانے کا سامان رکھا جائے گا، شرابیں سرِ راہ پی جائیں گی، ظلم کو فخر سمجھا جائے گا، انصاف بکنے لگے گا، پولیس کی کثرت ہوگی، قرآن کو نغمہ سرائی کا ذریعہ بنا لیا جائے گا، درندوں کی کھال کے موزے بنائے جائیں گے، اور امت کا پچھلا حصہ اگلے لوگوں کو لعن طعن کرنے لگے گا، اس وقت سرخ آندھی، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے اور آسمان سے پتھر برسنے جیسے عذابوں کا انتظار کیا جائے۔

اس حدیث کو جلال الدین سیوطیؒ نے بھی الدر المنثور میں نقل فرمایا ہے۔(۱۵) اس حدیث سے متعلق ناصر الدین البانی لکھتے ہیں۔

وهو ضعيف كما قال الحافظ العراقي، وفيه علة اخرى وهي الانقطاع (١٦)

یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ حافظ عراقی نے کہا ہے اور اس میں ایک اور نقص پایا جاتا ہے جو کہ انقطاع ہے جب کہ اس حدیث مبارکہ میں بیان ہونے والے فتن میں کوئی ایسا نہیں ہے جسے ہم آج کھلی آنکھوں سے

مشاہدہ نہ کر رہے ہوں۔اور کسی غیر نبی کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ صدیوں بعد وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی ایسی پیشین گوئی کر سکے کہ جو حرف بہ حرف پوری ہوتی نظر آ رہی ہو۔یہ تو صرف وحی کے ذریعے نبی علیہ کی زبان اقدس سے ہی بیان ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان فتن کا وقوع اس کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ نبی کریم علیہ کا ہی فرمان ہے۔سند کا ضعف وقوع کے اصول کے تحت دور ہو جاتا ہے۔اور ہم اس حدیث کو احادیث صیحہ میں شمار کر سکتے ہیں۔

مثال دوم

صاحبِ کنز العمال نے حدیث نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ یأتی علی الناس زمان لا یسلم لذی دین دینه الا من فر به من من شاهق الی شاهق ومن جحر الیٰ جحر کالثعلب باشباله، قالوا و متیٰ یکون ذلک؟قال: فی آخر الزمان، اذا لم تنل المعیشة الا بمعصیة الله،فاذا کان کذالک حلت العزبة قالوا انت تامرنا بالتزویج؟قال یکون فی ذالک الزمان هلاک الرجل علیٰ یدی ابویه ان کان له ابوان فان لم یکن له ابوان فعلی یدی زوجته وولده فان لم تکن له زوجة ولاولد فعلی یدی الاقارب و الجیران، یعیرونه بضیق المعیشة حتی یورد نفسه الموارد التی یهلک فیها (۱۷)

رسول اللہ علیہ نے فرمایا لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کسی دین دار کا دین محفوظ نہ رہے گا سوائے اس کے کوئی شخص ایک پلند پہاڑ سے دوسرے بلند پہاڑ اور ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ کی طرف لومڑی کی طرح بھاگے گا۔لوگوں نے کہا یہ کب ہوگا؟ فرمایا آخری زمانے میں، جب گناہوں کے سوا روزی اور کسی طرح حاصل نہ ہوگی، پس جب ایسا ہو تو اس وقت مجرد رہنا حلال ہوگا،لوگوں نے کہا آپ تو ہمیں شادی کرنے کا حکم دیتے ہیں،فرمایا اس وقت انسان کی ہلاکت اس کے والدین کے ہاتھوں سے ہوگی اگر اس کے والدین ہوئے اور اگر نہ ہوئے تو اسکی ہلاکت اسکی بیوی اور اور اولاد کے ہاتھوں ہوگی، اور اس کے بیوی بچے نہ ہوئے تو رشتہ داروں اور ہمسائیوں کے ہاتھوں ہوگی۔وہ اسے تنگی معاش پر شرمندہ کریں گے یہاں تک کہ وہ ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

یہی حدیث مسند الحارث میں نور الدین الھیثمیؒ نے (۱۸)،ابن حجرؒ نے المطالب العالیۃ میں (۱۹) اور

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں نقل کی ہے۔(۲۰) امام زیلعی اس حدیث سے متعلق سورہ نور کے تحت لکھتے ہیں۔ وھو مرسل (۲۱)

ناصر الدین البانیؒ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے اور اس کی اسناد پر طویل بحث کی ہے۔(۲۲)

حدیث میں بیان ہونے والی صورتِ حال کہ صاحبِ ایمان کے لیے اپنے دین کو سلامت رکھنا اتنا مشکل ہو جائے گا کہ ہر وقت اپنے دین بچانے کی فکر میں ادھر سے ادھر جائے پناہ ڈھونڈتا پھرے گا، آج ہمارے سامنے ہے۔ اور حدیث کا یہ ٹکڑہ کہ **یعیرونہ بضیق المعیشۃ** آج کے ماحول اور معاشرے کی سو فیصد عکاسی ہے۔ لہذا اس حدیث کے بارے میں وقوع کے اصول کے تحت حکم لگایا جائے گا کہ یہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

اسی طرح ہم ذخیرۂ حدیث کا جائزہ لے کر ایسی تمام احادیثِ فتن پر صحت کا حکم لگا سکتے ہیں جو سنداً ضعیف ہیں مگر وقوعاً درست ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمود طحان، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، فاروقی کتب خانہ، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، ص ۱۴، س ن (ما اضیف الی النبی ﷺ من قول أو فعل أو تقریر أو صفۃ)

۲۔ عثمانی، شبیر احمد، فتح الملھم بشرح صحیح الامام المسلم، دارالقلم، دمشق، ج۔۱، ص۔۲۰، ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۶ء

۳۔ القاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ص ۷۵، س ن

۴۔ مولانا، محمد طیب، کلمہ طیبہ، ادارہ تاج المعارف، دیوبند، یو پی، انڈیا، ص ۴۲، جون ۱۹۵۹

۵۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ریلوے روڈ ملتان، ص ۲۵۔۲۶، اپریل ۱۹۸۶ء

۶۔ دانا پوری، مولانا ابو البرکات عبد الرؤف، اصح السیر، مجلس نشریات اسلام، ا۔کے ۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر ا، کراچی، ص ۲۲، ۲۰۰۴ء

۷۔ القاسمی، مولانا محمد ارشاد، ارشاد اصول الحدیث، زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد اردو بازار، کراچی، ص: ۱۸۵، مارچ ۲۰۰۱ء

۸۔ گیلانی، مولانا سید مناظر احسن، میلادی مکاشفات ظہور نور، اسلامک پبلی کیشنز سوسائٹی، حیدر آباد دکن، ص ۴، ربیع المنور ۱۳۷۳ھ

۹۔ اصح السیر، ص ۱۰۔۱۱

۱۰۔ فتح الملھم ج۔۱، ص۔۲۰،

۱۱۔ قواعد التحدیث۔ص ۷۵

۱۲۔ اصح السیر، ص ۳۰

۱۳۔ ملا علی قاری، نور الدین علی بن محمد بن سلطان، الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، تحقیق و تعلیق محمد الصباغ، دار الامانۃ، بیروت، لبنان، ص ۴۱۶۔۴۱۷، ۱۹۷۱ء

۱۴۔ اصفہانی، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، دراسۃ و تحقیق مصطفیٰ عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۳، ص ۴۱۰۔۴۱۱، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

۱۵۔ سیوطی، جلال الدین، الدر المنثور،

۱۶۔ البانی،محمد ناصر الدین،سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعہ واثرھا السیء فی الامۃ،مکتبۃ المعارف،الریاض،المملکۃ السعودیۃ لعربیۃ،ج۳،ص۳۱۴،۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء

۱۷۔ علی المتقی بن حسام الدین،علاء الدین،کنزالعمال فی سنن الاقوال و الافعال،تحقیق محمود عمر الدمیاطی،دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان،ج۔۸،جز۔۱۱،ص۱۵۴،۱۹۹۸ء

۱۸۔ الھیثمی،نورالدین،الحافظ،مسند الحارث،مرکز خدمۃ السنۃ وسیرۃ النبویۃ،مدینہ منورہ،محقق حسین احمد صالح الباکری،حدیث نمبر۴۷۷،ج۲،ص۴۷۳،۱۴۱۳ھ

۱۹۔ العسقلانی،ابن حجر،المطالب العالیۃ فی زوائد الکتب الثمانیۃ،دارالعاصمہ،سعودی عرب،حدیث نمبر۴۳۶۰،ج۱۷،ص۶۲۰،۱۴۲۱ھ

۲۰۔ سہروردی،شیخ شہاب الدین،عوارف المعارف،مترجم شمس بریلوی،پروگریسو بکس،۴۰۔بی،اردو بازار،لاہور،ص۶۱۹۔۶۲۰، ستمبر۱۹۹۸ء

۲۱۔ الزیلعی،جمال الدین عبد اللہ بن یوسف،تخریج الاحادیث والآثار،دار ابن خزیمہ ریاض،ج۲،ص۴۴۲،۱۴۱۴ھ

۲۲۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ،ج۷،ص۲۶۸۔۲۷۲،۲۰۰۰ء